طبی اخلاقیات

فقهی نقطہ نظر سے اعضاء کا انتقال اور پیوند کاری

مولانا مفتی محمد منور آفریدی

باڑہ خیبر ایجنسی

انسانی جسم خداوند کریم کا امانت ہے جس کی حفاظت و صیانت ہر انسان کا شرعی فریضہ ہے۔ اور اس جسم میں کسی قسم کا تصرف کرنا تغییر لخلق اللہ کے مترادف ہے۔ اسی بناء پر اگر کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو چکا ہو اور اس عضو کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کیلئے کسی متبادل کی ضرورت ہو تو اس ضرورت کو پورا کرنا شرعاً جائز ہوگا یا ناجائز؟

اس حکم کی وضاحت کیلئے درج ذیل مقالہ نذر قارئین ہے۔ امید ہے حظ وافر حاصل کریں گے (ادارہ)

فہرست ذیلی عنوانات مقالہ

(1) آنکھوں کے بینک
(2) انسان اپنے بدن کے کسی عضو کا مالک نہیں
(3) گردوں کا انتقال
(4) اسلام میں خودکشی کی حرمت کی وجہ
(5) اعضاء کی سرجری
(6) غیر حیوانی اجزاء کی سرجری
(7) انسانی خون کا انتقال
(8) مرنے کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے
(9) انسان کی زندگی ابدی ہے ازلی نہیں
(10) انسان کو اپنے اعضاء کا اتلاف کسی حال میں جائز نہیں
(11) ایک صحابی کا واقعہ
(12) انسانی اعضاء کے انتقال پر عدم جواز کے دلائل
(13) جواز کے چند دلائل
(14) مسئلہ مجوزہ میں غیر مذہب پر فتوی دیا جا سکتا ہے؟
(15) غیر مذہب پر فتوی کے چند نظائر
(16) قواعد فقہیہ

آنکھوں کے بینک:-

آج کل آنکھوں کی بینک ہےاورلوگ وصیت کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہماری آنکھ اس بینک کودلائی جائے۔بینک والے وہ آنکھ کسی آنکھ کے مریض یا کسی نابینا کولگاتے ہیں۔بسااوقات مریض کوفائدہ ہوتا ہےتوانسان کی آنکھ سے اس طرح فائدہ اٹھانااورانسان کااپنی آنکھ کی وصیت کرنا جائز ہے یانہیں؟

انسان اپنے بدن کے کسی عضوکا مالک نہیں:-

زندگی میں یا موت کے بعد بطور ہبہ یا بیع کسی کواپنی آنکھ دینا یا وصیت کرنا اوراس کا استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔کیونکہ آنکھ نکالنا مثلہ ہےاور مثلہ حرام ہےاوراس طریقہ میں انسانیت کی توہین بھی ہے۔نفع سے انکار نہیں لیکن (قولہ تعالیٰ) **و اثمهما اکبر من نفعهما** کے اصول پرحرام ہوگا کہ نقصان نفع سے زیادہ ہےاور بدن انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔اس میں ہرطرح کی تصرف کرنا جائزنہیں امانت میں خیانت حرام ہے۔انسان اپنے بدن کے کسی عضوکا مالک نہیں ہے۔

حضور پاک ﷺ کافرمان مبارک ہے "**کسر عظم المیت ککسر عظم الحی**" مرے ہوئے انسان کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کے مماثل ہے۔(ابوداؤد ص۱۰۲/۲)

اورمیت کے کسی جزوسے اسکےاحترام کی وجہ سےانتفاع جائزنہیں ہے **لا یجوز التداوی بشیٔ من الآدمی الحی کذلک لا یجوز التداوی بعظم المیت اکراما له قال علیه السلام کسر عظم المیت ککسر عظم الحی** (شرح سیر کبیر ص ۱/۹۱)

بوقت ضرورت انسانی خون کا استعمال جائز ہے یانہیں ؟ کیونکہ یہ بھی انسانی اعضاء میں سے ہے۔

جواب: موت اور ہلاکت سے بچانے کیلئے انسان کا خون بذریعہ انجکشن لےکرانجکشن کے ذریعہ مریض کےجسم میں داخل کرنا بوقت ضرورت جائز ہے۔ہاں آنکھ کواس پر قیاس کرنا صحیح نہیں خون نکالنے میں وہ تکلیف نہیں ہے جوآنکھ نکالنے میں عموماً ہوتی ہے۔نیزجسم سے خون نکالنا مثلہ نہیں ہے۔اورنہ اس سے بدن میں کوئی ظاہری عیب پیدا ہوتا ہے **ویجوز للعلیل شرب الدم و البول و أکل المیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسلم ان شفاء ه فیه ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه و ان قال الطبیب یتعجل شفاء ک ففیه وجهان** (فتاوی عالمگیری ص۱۱۲/ج۴)

گردوں کا انتقال :-

آج کے دور میں جوگردوں کا مریض ہوتا ہے۔ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص کا گردہ اسے لگایا جائےتوامید ہے کہ افاقہ ہوگااوراسی کی طبیعت اچھی ہوجائے گی توکیا شریعت مطہرہ میں کسی دوسرے شخص کا گردہ استعمال کرنا جائز ہے یانہیں؟

جواب:- انسان اپنے بدن یا کسی عضوکا مالک نہیں ہے کہ اس میں آزادانہ تصرف کرسکے۔اسی بناء پراس کے لئے جائزنہیں ہے کہ اپنا کوئی عضوکسی دوسرے شخص کوقیمتاً یا بلا قیمت دیدےاوراس کے بہت سے نظائر کتب فقہ میں ہیں۔ **مضطر لم یجد میتة وخاف**

الهلاک فقال له رجل اقطع یدی و کلها او قال اقطع منی قطعة فکلها لا یسعه ان یفعل ذلک و لا یصح امره به کما لا یسع للمضطر ان یقطع قطعة من لحم نفسه فیأ کل (فتاوٰی قاضی خان ص ۳۶۵) یعنی کوئی شخص حالت اضطرار میں ہے اور بھوک کی وجہ سے اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اور مردار جانور تک نہیں ہے کہ اس کا گوشت کھا کر اپنی جان بچائے اسی حالت میں کسی نے پیش کش کی کہ تم میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو یا یوں کہا کہ کسی جگہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر کھالو تو اس شخص کو اس طرح گوشت یا ہاتھ کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور کسی شخص کو اسطرح پیش کش کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ کوئی اپنے ہاتھ یا اپنے بدن کے گوشت پوست کا مالک نہیں ہے۔جس طرح خود مضطر کیلئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بدن میں سے گوشت کاٹ کر کھائے۔

اسلام میں خودکشی کی حرمت کی وجہ:-

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے اس لئے کہ کوئی شخص اپنے دوے (روح) کا مالک نہیں ہے کہ اسے ضائع کر دے لہذا کسی زندہ یا مردہ انسان کا گردہ اپریشن کر کے نکال کر دوسرے شخص کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے۔

غیر حیوانی اجزاء کی سرجری :-

اس دور میں سرجری نے غیر معمولی ترقی حاصل کر لی ہے اور دن بدن ترقی کرتی جارہی ہے اس ترقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک انسان کا اگر کوئی عضو بے کار ہو جائے تو وہ کسی دوسرے انسان کے اس عضو کو ڈاکٹر سے لگا کر اسے درست کر دیتے ہیں۔یعنی کسی کی آنکھ کسی کا دل، کسی کا گردے، کسی کے پھیپھڑے دوسرے کے جسم میں لگا کر اسے آنکھ والا، دل والا، پھیپھڑے والا بنا دیتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟

اس میں ہم اولا ممانعت کی دلائل پیش کرینگے تو عموما اس میں یہ اعضاء ان لوگوں کے ہوتے ہیں جو مرتے وقت اپنی رضامندی سے رضا کارانہ دیدیتے ہیں یا وہ لاوارث مرنے والوں کے اعضاء ہوتے ہیں مگر اب اعضاء کی تبدیلی کی جگہ پلاسٹک سرجری لیتی جارہی ہے۔جہاں تک پلاسٹک سرجری کا تعلق ہے اس کی حیثیت تو وہی ہے جو مصنوعی ناک کی ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عرفجہؓ جن کی ناک جنگ میں کٹ گئی تھی تو آپ ﷺ نے چاندی کی ناک کی اجازت دی اور جب اس سے فائدہ نہیں ہوا تو سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دی **عن عرفجة ابن اسعد قال اُصیب انفی یوم الکلاب فی الجاهلیة فاتخذت انفا من ورق فانتن علیّ فامرنی رسول الله ﷺ ان اتخذ انفا من ذهب** (ترمذی باب ماجاء فی شد الاسنان بالذهب)

تو اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح جانوروں اور حیوانوں کے اعضاء کسی انسان کو لگادئے جائیں تو اس میں بھی کوئی شرعی قباحت نہیں ہے کیونکہ جانور کا گوشت کھانا اور خریدنا دونوں جائز ہے۔

انسانی اعضاء کا انتقال :-

لیکن انسان کے بارے میں فقہاء کرام نے جو کچھ لکھا ہے اس سے معلو ہوتا ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے۔اس کے جائز نہ ہونے کی سب سے بڑی اور قوی دلیل انسان کے اعضاء کی حرمت اور تکریم ہے۔یعنی اگر انسان کا کوئی اندام یا عضو کٹ کر جسم سے علیحدہ ہو

جائے تو اس کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ بیکار چیز کی طرح ادھر اُدھر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور نہ اس کو ایک بھوکا اور مضطر آدمی کھا سکتا ہے مضطر لم یجد میتة و خاف الهلاک فقال له رجل ا قطع یدی و کلها او قال اقطع منی قطعة و کلها لا یسعه ان یفعل ذلک و لا یصح امره به کما لا یصح للمضطر ان یقطع قطعة من نفسه فیا کل (جواہر الفقہ ص۴۹ ج ۱ الفقہ الاسلامی)

انسانی خون کا انتقال :-

کسی انسان کا خون علاج کی غرض سے دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا جبکہ اس کی شفاء یابی اس پر بقول طبیب حاذق مسلم منحصر ہوگئی، مباح ہے یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے اس لئے وارد نہ ہونا چاہیئے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستلزم اہانت ہو وہ ناجائز ہے اور جس میں اہانت نہ ہو تو بضرورت وہ استعمال جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کو پانی میں دھو کر وہ پانی مریض پر چھڑکا یا پلایا جاتا تھا حرمة الانتفاع باجزاء الأدمی للکرامة (هداية) لم یبح الارضاع بعد موته لانه جزء آدمی والانتفاع به لغیر ضرورة حرام درمختار قال فی الفتح و اهل الطب یثبتون للبن البنت ای الذی نزل بسبب بنت مرضعة نفعا لوجع العین و اختلف المشائخ فیه قیل لا یجوز وقیل یجوز اذاعلم انه یزول به الرصد

درمختار کے عبارت سے معلوم ہوا کہ انسان کے اجزاء سے بغیر ضرورت کے انتفاع حرام ہے یعنی اگر ضرورت ہو تو مباح ہے اور فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکی والی عورت کا دودھ کسی آنکھوں میں بیماری والے کو دیا جانا اور دواء کیلئے استعمال کرنا جبکہ بظن غالب یہ معلوم ہو کہ اس سے آنکھ کی بیماری جاتی رہے گی بعض مشائخ کے نزدیک جائز ہے حالانکہ دودھ بھی انسان کا جز و ہے۔ اور اس سے بغیر ضرورت انتفاع حرام ہے جیسا کہ درمختار کے عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ خون انسان کا جز و ہے اور اس سے بغیر ضرورت نفع اٹھانا منع اور حرام ہے۔ مگر علاج کیلئے اور مریض کی جان بچانے کیلئے ہو اور کوئی مسلمان جو طبیب حاذق ہو۔ یہ بتائے کہ اس مریض کی شفایابی اب اس علاج میں منحصر ہے تو اس کے بدن میں انسان کا خون داخل کرانا مباح ہے وهذا لان الحرمة ساقطة عند الاستشفاء کحل الخمر والمیتة للعطشان والجائع ففی النهایة عن الذخیره یجوز ان علم ان فیه شفاء ولم یعلم دواء آخر کذافی الدر

جواز کے قائلین کہتے ہیں کہ دکھی انسانیت کی خدمت کرنا بہت بڑا ثواب ہے اس لئے جائز ہونا چاہئے کہ کوئی آدمی فوت ہونے سے پہلے وصیت کر جائے کہ مرنے کے بعد میری آنکھیں کسی نابینا آدمی کو لگا دی جائیں کیونکہ زندہ کو تو آنکھوں کی ضرورت ہے جبکہ مرنے کے بعد وہ آنکھیں بیکار ہو جائیں گی کیوں نہ ان کو کسی دوسرے کام کے لئے وقف کر دیا جائے۔

بس یہ وہ نقطہ ہے جس کی بناء پر آنکھوں کا عطیہ دینے کا جواز پیش کیا جاتا ہے۔ اس کو بہت بڑا ثواب سمجھا جاتا ہے لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ یہ نقطہ غیر اسلامی ذہن کی پیداوار ہے بلکہ حیات بعد الموت مرنے کے بعد زندگی کے انکار پر مبنی ہونے کا خطرہ ہے اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کی زندگی کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا بلکہ زندگی کا ایک مرحلہ طے ہونے کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی آدمی زندہ ہے مگر اس کی زندگی کے آثار اس جہان میں ظاہر نہیں ہوتے۔ زندگی کا تیسرا مرحلہ حشر کے بعد شروع ہوگا اور یہ دائمی اور ابدی زندگی ہوگی۔

انسان کی زندگی ابدی ہے ازلی نہیں :-

امام غزالیؒ نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ انسان کی زندگی ازلی نہیں لیکن ابدی ہے۔ جب ایک دفعہ پیدا ہو جائے پھر فنا نہیں ہوتی ہر انسان تین مرحلے طے کرتا ہے اول مرحلہ ماں محترمہ کے پیٹ میں دوسرا مرحلہ دنیا میں اور تیسرا مرحلہ عالم برزخ آخری مقام حشر ونشر۔

جب یہ بات طے ہوئی کہ مرنے کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ تو باقی رہتا ہے مگر اس کی نوعیت بدل جاتی ہے تو اب اس پر غور کرنا چاہئے کہ کیا آدمی کو دیکھنے کی ضرورت صرف اسی دنیا میں ہے؟ یا کیا مرنے کے بعد کی زندگی میں اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں؟ معمولی عقل وفہم کا آدمی بھی اس کا جواب یہی دیگا کہ اگر مرنے کے بعد کسی نوعیت کی زندگی ہے تو جس طرح زندگی کے اور لوازمات کی ضرورت ہے۔اسی طرح بینائی کی بھی ضرورت ہوگی۔اس سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا عطیہ دینے کے مسئلہ میں اسلامی نقطہ نظر سے مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد حالت یکساں ہیں آنکھوں کا عطیہ دینے کی تجویز اسلامی ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ حیات بعد الموت کے انکار کا نظریہ اس کی بنیاد ہے۔

انسان کو اپنے عضو کا اتلاف کسی حال میں جائز نہیں :-

زندگی میں انسانوں کو اپنے وجود واعضاء پر تصرف حاصل ہوتا ہے اسکے باوجود اس کا اپنے کسی عضو کو تلف کرنا نہ قانوناً جائز ہے نہ شرعاً جائز ہے نہ اخلاقاً۔اسی طرح مرنے کے بعد اپنے کسی عضو کے تلف کرنے کی وصیت بھی نہ شرعاً جائز ہے نہ اخلاقاً جائز ہے عن عائشةؓ قالت ان رسول اللہ ﷺ قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا (مالک ص۱۲۲ ابوداؤد ص۴۵۸ ابن ماجہ ص۱۱۸) عن عمرو بن حزم قال رأنی النبی ﷺ متکئا علی قبر فقال لاتؤذ صاحب ھذا القبر او لا تؤذہ رواہ احمد (مشکوٰۃ ص۱۴۹ ج۱)
عن ابن مسعودؓ أذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ حاشیہ (مشکوٰۃ ص۱۴۹ ج۱)

ایک صحابی کا واقعہ :-

حدیث شریف میں ایک صحابیؓ کا لمبا واقعہ آتا ہے کہ وہ ہجرت کر کے انحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے کسی جہاد میں ان کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔شدت درد کی تاب نہ لا کر انہوں نے اپنا ہاتھ کاٹ لیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ان کے رفیق نے کچھ دنوں کے بعد ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ٹہل رہے ہیں مگر ان کا ہاتھ کپڑے میں لپیٹا ہوا ہے جیسے زخمی ہوتا ہے ان سے حال احوال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی برکت سے میری بخشش فرمادی اور ہاتھ کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تم نے بگاڑا اس کو ہم ٹھیک نہیں کریں گے۔

ان احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ میت کے کسی عضو کو کاٹنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کی زندگی میں کاٹا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عضو آدمی نے خود کاٹ ڈالا ہو یا اس کے کاٹنے کی وصیت کی ہو وہ مرنے کے بعد بھی اسی طرح رہتا ہے یہ نہیں کہ اس کے جگہ اور عضو عطا کر دیا جائیگا۔بے شک اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ اس کو نئی آنکھیں عطا کر دے لیکن قانون یہی ہے اور چونکہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کی

امانت ہے تو ہمیں اس امانت میں تصرف کا حق بھی باذن الٰہی ہی حاصل ہوسکتا ہے تو بحث یہ ہے کہ کیا اس تصرف کا حق شریعت نے دیا ہے؟ علمائے امت فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ شرعاً اس تصرف کا ہمیں حق نہیں ہے۔

اکثر علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ انسانی عضو (خواہ مردہ کا ہو یا زندہ کا ہو) کی استعمال کسی دوسرے انسان کے جسم میں جائز نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے ان کی ناجائز ہونے کی اسباب وعلل ودلائل مندرجہ ذیل ہیں

(۱) مثلہ ہونا:- کسی انسان کا عضو اس کے جسم سے جدا کرنا جس میں خود اسی انسان کی جسمانی منفعت نہ ہو اسے شریعت مطہرہ میں مثلہ کہا جاتا ہے جس کے حرام ہونے پر تمام امت کے اہل علم وفضل متفق ہیں یہ بھی ایک انسان کا مثلہ ہے۔لہذا جائز نہیں ہے لقوله عليه السلام لا تغلوا ولا تغدوا ولا تمثلوا وفي المثلة تغير خلق الله تعالىٰ (شرح النقایہ ص۳۴۳ ج۲)

انسانی اجزاء دوسرے انسان کیلئے استعمال کرنا حرام ہے۔جائز نہیں ہے اسلئے اکثر فقہاء کرام کے نزدیک مضطر کیلئے جائز نہیں ہے اور نہ مکرہ کیلئے جائز ہے کہ دوسرے انسان کی اجزاء الگ کر کے استعمال کر سکے برابر ہے کہ صاحب اعضاء نے اجازت ہی دی ہو مضطر لم يجد ميتة و خاف الهلاك فقال له رجل اقطع يدي وكلها او قال اقطع مني قطعة وكلها لا يسعه ان يفعل ذالك ولا يصح الامر به كما لا يسع للمضطر ان يقطع قطعة من نفسه فيا كل (عالمگیری ص۲۱۹۰)

اسی طرح بعض فقہاء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی زندہ انسان یا حیوان کے جسم سے اگر کوئی چیز الگ کر لی جائے تو وہ مردار کے حکم میں ہو جاتا ہے یعنی ناپاک ہو جاتا ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں حدیث شریف ہے ما قطع من البهيمة وهي حية فهي ميتة ص۸۷۔ ج۲

اسی طرح جب حلت وحرمت کا اجتماع ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے یہ قاعدہ مسلم ہے ما اجتمع محرم و مبيح الاغلب المحرم (الاشباہ والنظائر ص۱۱۰ ج۱)

قد يتعارض في المسئلة و جهان وجه اباحة و وجه تحريم فلا يسع ما بين العبد و ما بين الله الا تركه (حجۃ اللہ البالغۃ ص۱۱ ج۲)

عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ قال ان كسر عظم الميت مثل كسر عظمه حيا.

علامہ شوکانی اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں فيه دليل على وجوب الرفق بالميت في غسله وتكفينه و عمله و غير ذلك لان تشبيه كسر عظمه بكسر عظم الحي ان كان في اثم فلا شك في التحريم وان كان في التالم فكما يحرم تاليم الحي يحرم تاليم الميت (نیل الاوطار ص۲۴ ج۴)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم محترم ہے پس اس کے اعضاء کاٹ کر زندہ کے جسم میں لگانے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح انسانی اعضاء کی پوری دنیا میں جو تجارت ہو رہی ہے اور اہل سرمایہ فقراء کا جو استحصال کر رہے ہیں جائز نہیں ہے ۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

مسئلہ کا دوسرا رخ جواز کے دلائل

ہمارے زمانے میں یہ بات ممکن اور ثابت ہوگئی ہے کہ انسان کے کسی عضو کے بیکار ہو جانے کی صورت میں دوسرا عضو اس کی جگہ فٹ کر دیا جائے ایسے عضو کی ایک صورت بالاتفاق جائز ہے اس کی مثال سابقہ اوراق میں بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ حیوان کے علاوہ جمادات کی تیار کر لیا جائے۔

خود نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں اس کی نظیر موجود ہے۔ ایک صحابی حضرت عرفجہؓ کی ناک کٹ گئی تھی تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی مگر اس میں بدبو پیدا ہوگئی۔ اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ان کو سونے کی ناک بنوانے کا مشورہ دیا۔ فقہاء کرام نے بھی سونے کے دانت بنوانے اور سونے کے تار سے دانتوں کو باندھنے کی اجازت دی ہے **عن عرفجة بن اسعدؓ قال اُصيب انفي يوم الكلاب في الجاهلية فاتخذت انفاً من ورق فانتن علي فامرني رسول الله ﷺ ان اتخذ انفاً من ذهب** (ترمذی ص۳۰۶ ج۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی انسان کی بجائے اور حیوانات کا جزو استعمال کیا جائے تو بعض استعمال کی اجازت دیتے ہیں چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے **اذا سقط السن لا يعيدها الى مكانها ويشدها لكن يأخذ سن شاة ذكية ويضعها مكانها وقال ابو يوسف يأخذ سن نفسه ولايأخذ سن غيره** (ص۳۷۰ ج۴)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے **لابأس بالتداوى بالعظم اذا كان عظم شاة او بقرة او بعير اوفرس اوغيره من الدواب الا عظم الخنزير والأدمى فانه يكره التداوى بهما فقد جوز التداوى بعظم ماسوى الخنزير والأدمى من الحيوانات مطلقا من غير فصل بينهما اذا كان الحيوان ذكيا او ميتاًوبينهما اذ كان العظم رطبا او يابسا** (ص۱۱۱ ج۴)

اور یہ کہ الاشباہ والنظائر میں ہے **وثمانية من الميت يجوز الانتفاع بها القرن والظلف والعصب والصوف والوبر والشعر و الريش والعظم سواء كان مأكول اللحم او غيره** (الاشباہ ص۱۰۸ ج۲)

شرح مہذب میں امام نوویؒ نے لکھا ہے اس سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے **ان اضطر ولم يجد شيئا فهل يجوز له ان يقطع شيئا من بدنه ويأكله فيه وجهان قال ابو اسحاق يجوز لانه احياء نفس ببعض جزؤه فجاز كما يجوز ان يقطع عضوا اذا وقعت فيه الأكلة لاحياء نفسه** (ص۴۸ ج۹)

اصل اس مسئلہ میں ایک انسان کے اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری کا ہے۔ بعض حضرات نے اعضاء کی پیوند کاری کو ضرورۃً جائز قرار دیا ہے۔ ضرورت کی وجہ سے بعض اوقات ممنوع اشیاء بھی مباح ہو جاتی ہیں مثلاً سخت پیاس لگی تو اس وقت ہلاکت کا خطرہ ہو تو شراب بقدر ضرورت استعمال کرنا مباح ہے اسطرح مضطر کیلئے حرام گوشت مردار کی چربی کھانا بقدر ضرورت مباح ہے

اسی طرح مکرہ کوکلمہ کفر بشرطیکہ قلب مطمئن بالایمان ہو پڑھنا جائز ہے اور رخصت ہے اسی طرح اعضاء کی پیوند کاری بھی ضرورۃ جائز ہے

قاعدۃ المشقة تجلب التيسير یعنی مشقت آسانی کو لاتی ہے۔

اس کے جواز کے دلائل یہ ہیں

آیات :- **يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ اليُسرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ العُسرَ** (سورۃ البقرہ) اللہ ارادہ کرتے ہیں تمھارے ساتھ آسانی کا اور نہیں ارادہ کرتے تمھارے ساتھ تنگی کا۔

وما جعل عليكُمْ فى الدين من حرج (سورۃ حج) اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ تنگی۔

حدیث شریف میں ہے :- **احب الدين الى الله تعالىٰ الحنفية السمحة** اللہ تعالیٰ کو دین کے وہ کام پسند ہیں جس میں اخلاص اور سہولت ہو۔

قاعدہ: **الضرر يزال** ضرر اور نقصان کو دور کیا جائے گا۔

اس قاعدے کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے **لا ضرر ولا ضرار** (موطا امام مالک)

قاعدہ :- **الضرورات تبيح المحظورات**

جان لیوا مجبوریوں کے وقت اس قاعدے کے دلائل یہ ہیں **من كفر بالله من بعد ايمانه الا من أُكره وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله** (سورۃ نمل)

انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به فمن اضطر غير باغ و لا عاد فان الله غفور الرحيم (سورۃ النمل)

ضرورت کی تعریف یہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا یا موت کے قریب پہنچ جائے گا یہی صورت اضطراری ہے اسی حالت میں حرام وممنوع چیز کا استعمال چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

اس قاعدہ کے تحت ایک شخص کے جسم میں کسی دوسرے انسان کا خون یا اعضاء داخل کرانا آتا ہے تو جائز ہے۔ یہی بات حرام ادویہ میں ہے، مثلا ایک شخص کے گلے میں لقمہ اڑ گیا اور سانس بند ہو گیا سوائے شراب کے کوئی پینے کی حلال چیز نہیں ہے اگر لقمہ نیچے نہیں اترتا تو جان جانے کا خطرہ ہے تو شراب کے گھونٹ سے لقمہ نیچے اتارنا جائز ہے جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی جائز ہے

مسئلہ : طبیب بقدر حاجت ستر کی جگہ دیکھ سکتا ہے تو اعضاء بھی بقدر ضرورت لگائے جا سکتے ہیں۔

قاعدہ :- **يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر العام** ضرر عام کو رفع کرنے کی خاطر ضرر خاص یعنی خاص شخص کے ضرر کو برداشت کیا جائیگا۔ **لو كان احدهما اعظم ضررا من الأخر فان الاشد يزال بالاخف** اگر ایک کا ضرر بڑا ہو اور دوسرے کا کم ہو تو بڑے نقصان سے بچتے ہوئے چھوٹے نقصان کا تحمل کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کی بناء پر اعضاء کی پیوند کاری جائز ہونی چاہئے بشرطیکہ اس کا مقصود کسی مریض کی جان بچانا یا کسی اہم جسمانی منفعت کو لوٹانا ہو جیسا کہ بنائی اور طبیب حاذق نے بتایا ہو کہ اس کی وجہ

سے صحت کا غالب گمان ہے۔ غیر مسلم کے اعضاء بھی مسلمان کے جسم میں لگائے جاسکتے ہیں۔

نوٹ: درجہ بالا مسئلے کے متعلق فقہی قواعد زیب قرطاس کئے جاتے ہیں جو مسئلہ مجوثہ میں ممد ومعاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

قاعدة :- یختار اهون الشرین (قواعد الفقہ)

قاعدہ :- لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الازمان (الاشباہ والنظائر)

تغیر الأحکام بالضرورة والحاجة ان السبب الثالث لتغیر بعض الاحکام هو الضرورة والحاجة ومأخذ اعتبارهما فی الشریعة قوله تعالی فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه وقوله تعالی فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان الله غفور رحیم وقوله تعالی وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیه وقوله تعالی ما جعل علیکم فی الدین من حرج وقوله تعالی لا یکلف الله نفسا الا وسعها وقوله تعالی فاتقوا الله ما استطعتم علی اساس هذه الایات اعتبرت الشریعة الضرورة والحاجة فی کثیر من الاحکام الفقهیة حتی ابیح بها بعض المحرمات القطعیة بقدر الضرورة اما الضرورة فقد عرفه بعض الفقهاء بما یاتی وهی ان تطرأ علی الانسان حالة من الخطر والمشقة الشدیدة بحیث یخاف الهلاک اواذی بالنفس اوبالعضو اوبالعرض او بالعقل او بالمال وتوابعها ولا یمکن رفع ذلک الضرر الا بارتکاب فعل محرم او ترک واجب شرعی اوتاخیر عن وقته ویجب لصدق هذا لتعریف امران

الاول ان تکون الضرورة قائمة لامنتظرا فیحصل فی الواقع خوف الهلاک التلف علی النفس او المال

والثانی ان لا یکون لدفع الضرر وسیلة اخریٰ للمباحات ویغلب علی ظن المبتلیٰ ان دفع الضرر ممکن بارتکاب بعض المحرمات (اصول افتاء ص ۳۸ ج ۱)

اجاز الشافعیة والحنابلة خلافا لابی حنیفة ومالک بیع حلیب المرأة المرضع للحاجة الیه تحقیق النفع به واجاز الحنابلة بیع اعضاء الانسان کالعین وقطعة الجلد اذا کان ینتفع بها یرقع بها جسم الأخر لضرورة الاحیاء وبناء علیه یجوز بیع الدم الأن للعملیات الجراحیة للضرورة (الفقہ الاسلامی بحوالہ المغنی ۴/۳۶۵)

مسئلہ مذکورہ میں غیر مذہب پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل کے نزدیک اعضاء انسانی اور خون کی خرید وفروخت برائے ضرورت جائز ہے اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ ضرورت وحاجت کی وجہ سے غیر مذہب پر بھی فتویٰ دیا جاسکتا ہے یہاں بھی ضرورت شدیدہ کی حالت میں ان حضرات کی مذہب پر فتویٰ دینا چاہیے۔ بعض ان مقامات کا ذکر کروں گا جہاں غیر کے مذہب پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

غیر مذہب پر فتویٰ کے چند نظائر:-

الحالة الاولىٰ الضرورة والحاجة وذلک ان يكون فی المذهب فی مسئلة المخصوصة حرج شديد لايطاق اوضرورة واقعية لا محيص عنها فيجوزان يعمل بمذهب آخر دفعا للحرج ورفعا للضرورة وهذاكما افتى علماء الهند بمذهب المالكية فی مسئلة المفقود والعنين و المتعنت كذا يدخل هذا النوع ما كثر فيه البلوىٰ ومثاله ان المتاخرين من علماء الحنفية قد افتوا بمذهب الشافعی فی مسئلة الظفر فی انه يجوزللظافراخذ حقه من اى مال كان سواء كان من الجنس الواجب اومن خلاف جنسه وذلک لتغير الناس فی مداومة الحقوق (شامی ۱/۲۷/۵)

الضرورات تبيح المحظورات ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بكلمة الكفر للاكراه وكذا اتلاف المال واخذ مال الممتنع من اداء الدين بغيراذنه ودفع الصائل ولوادىٰ الى قتله وزاد الشافعية على هذه القاعدة بشرط عدم نقصانهما قالوا يخرج ما لوكان الميت نبيا فانه لا يحل اكله للمضطر لأن حرمته اعظم فی نظر الشرع من حاجة المضطر (الاشباہ والنظائر ص۶۹ ج۱)

قاعده :- يتحمل الضرر الخاص لدفع الضررالعام (الاشباہ والنظائر)

قاعده :- يختار اهون الشرين (مجلّہ)

قاعده :- ما حرم فعله حرم طلبه

قاعدة :- ما اجتمع محرم و مبيح الاغلب المحرم (الاشباہ والنظائر)

قاعده :- لاينكر تغيرالاحكام بتغير الازمان (مجلّہ)

لا يبقى للانسان الملک على نفسه (شرح السير الكبير)

قاعده :- لا ضرر و لا ضرار (مجلّہ،الاشباہ)

والله أعلم بالصواب

مصادر فقہ اسلامی

مسئلہ اجتہاد اور عصر حاضر

مولانا حافظ نثار احمد الحسینی اٹک

فہرست ذیلی عنوانات مقالہ

(1) اجتہاد کا لغوی معنی

(2) اصطلاحی تعریف

(3) کیا حضور ﷺ سے کسی مسئلے میں اجتہاد ثابت ہے؟

(4) حافظ ابن قیمؒ کا قرآن پاک سے اجتہاد کے استنباط میں انوکھا انداز

(5) مجتہد اور غیر مجتہد کے درمیان فرق کی ایک عجیب مثال

(6) اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت

(7) اجتہاد کی اقسام

(8) اجتہاد و تقلید دونوں لازم وملزوم ہیں

(9) مجتہد مطلق اور مجتہد خاص کی تعریف

(10) مجتہد کے لئے ضروری اوصاف

(11) اجتہاد ہر کسی کا کام نہیں

(12) موجودہ دور میں اجتہاد کا طریقہ کار